گرامی نامے

● 'ایوانِ اردو' کا جولائی ماہ کا شمارہ نہایت خوبصورت جاذب نظر سرورق سے آراستہ و پیراستہ ظہور پذیر ہوا ہے۔اس بار بعنوان 'اپنی بات' (اداریے) کے تحت نومشق متشاعروں یا مبتدی ادبا پر صفحہ۴ پر ۱۳۔۱۴ویں سطور میں کیے گئے ترش طنز کو قابلِ داد قرار دیا جائے گا۔فلمی سے کہیں زیادہ ادبی مؤقر شاعر شکیل بدایونی نے بھی اسی مفہوم کا یہ برمحل شعر کہا تھا:

پہنچے ہیں اپنی منزل پر، ان کو تو نہیں کچھ نازِ سفر
چلنے کا جنھیں مقدور نہیں رفتار کی باتیں کرتے ہیں
(مجموعہ'شبستان'،ص:۹۳)

معروف مجلّے 'انشا' (کولکاتہ) کے مدیرِ اعلیٰ ف۔س۔اعجاز کے افسانے 'اشتہار' کا ذائقہ اس کی فنتاسی ہیئت وفلسفیانہ رنگ آمیزی کے بموجب انفرادی حیثیت سے مملو ہے اور یہ مصنف کی تخلیقی قوت و تخیلی پرواز پر مزید مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔بالخصوص اس کا ہیروُ دلگر ناتمام' ایک مختلف صفات سے لبریز کردار کی بھی چغلی کھانے کے سبب لائق تحسین ہے۔

راولپنڈی (پاکستان) سے شائع ہونے والے بلند پایہ جریدہ 'چہارسوٗ کے مدیرِ اعلیٰ گلزار جاوید کا افسانہ'بہتی گنگا' از خود محاکمہ ومحاسبہ کی ہیئت میں رقم افسانہ خوب ہے۔اس صنفِ ادب میں مصنف کو یدِ طولیٰ رکھنے کا ایک مستند ثبوت فراہم کرتا ہے۔یہ تخلیق تہ داری وطرح داری سے آراستہ ہے۔دلت طبقات کا استحصال کرنے کی بے جا روایت اکثر جعلی ادبا میں نسل درنسل سرایت کرتی آتی ہے۔

ڈاکٹر اسلم جمشید پوری کے افسانے 'آدھی ادھوری کہانی' کی تخلیق الگ الگ اخباری واقعات کے تراشوں کے'کولاج' (کولاژ) کی صورت میں قابلِ مدح ہے۔یہ کسی ماڈرن پینٹنگ کی ہی مانند مبہم ہونے کے باوصف از حد متاثر کن ٹھہرتی ہے۔فی زمانہ موجودہ حالات کی ابتری ومتعدد مسائل کی خط کشی بھی لائق صد تحسین ہے۔

یاور کفیل کے افسانے بعنوان'اندیشہ' میں معمر لوگوں کو اکثر موت کی بابت جس خوف سے رنجیدہ وسنجیدہ دیکھا جاتا ہے، اسی کو استعاراتی زبان میں ہویدا کیا گیا ہے۔

غالب کے ایک مشہور شعر کے اول مصرعے۔'نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن..' کی بنیاد پر عنوان بنا کر تحریر کردہ ڈاکٹر محبوب حسن کا انشائیہ نما مضمون'چپکنا فون سے خانم کا..' از حد احسن اور متنوع تخلیق ہے۔

ہمیشہ کی مانند اس بار بھی پروفیسر علی احمد فاطمی کا پُر مغز اور تحقیقی مضمون بچوں اور اسمٰعیل میرٹھی کی شاعری بڑا معیاری ثابت ہوا ہے۔دیگر مصنفوں کی مانند انہیں بھی اس خاکسار کی جانب سے صد ہا مبارکباد!

کرشن بھاوُک، پٹیالہ (پنجاب) موبائل: 9815165210

● 'ایوانِ اردو' ہر ماہ پابندی سے دردل پر دستکیں دے رہا ہے۔آپ لوگ جس جانفشانی اور خلوص سے خدمتِ اردو کر رہے ہیں وہ قابل ستائش ہے۔اردو اکادمی، دہلی کی مختلف النوع فعالیت فروغِ ادب کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔خدائے پاک آپ کے حوصلوں کو بلند رکھے۔

محبّ الرحمٰن وفا، امراوتی (مہاراشٹر)، موبائل: 9422365696

● اردو کا مقبول عام رسالہ ''ایوانِ اردو'' جولائی ۲۰۱۸ء ملا۔ ہمیشہ کی طرح مضامین، افسانے اور غزلیں معیاری ہیں۔ایوانِ اردو کے اداریے خصوصی طور پر اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔اس شمارے میں صنفِ شاعری میں غزل کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے اس پر گفتگو کی گئی ہے۔اس سے مبتدی شعرا کو یقیناً فائدہ پہنچے گا۔خاص طور سے ان شاعروں کو جو اپنے اساتذہ کی احترام کی نظر سے نہیں دیکھتے۔صرف عمومی طور پر اُن کے مشورے کا تذکرہ کردیتے ہیں۔مضامین میں پروفیسر علی احمد فاطمی کا ''بچوں کی شاعری میں اسمٰعیل میرٹھی کی شعری جہات'' پر مضمون قابل تعریف ہے۔فاطمی صاحب نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے کہ ہمارے بزرگوں، نقادوں اور عالموں نے ادب کی جو بوطیقا بنائی اس کا تعلق شاعری سے تو رہا، لیکن شاعری میں بھی غزلیہ اور عشقیہ شاعری پیش نظر رہی، لیکن انھوں نے بچوں کی شاعری پر توجہ کم دی ہے اور ایسے میں بچوں کی شاعری یا بچوں کے ہم ادب کو بہت اہم مقام دیتے وقت سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، لیکن اسمٰعیل میرٹھی نے اس کا حق ادا کیا ہے۔دوسرا مضمون ''دبستانِ لکھنؤ اور اردو صحافت'' شمیم طارق کا تحریر کردہ ہے۔اس مضمون میں انھوں نے دبستان لکھنؤ پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ زبان کے معیاری اور غیر معیاری یا فصیح اور غیر فصیح ہونے کے جس معیار پر دبستان لکھنؤ کو فضیلت دی گئی تھی وہ اب لکھنؤ کی زبان پوری نہیں

اُترتی۔ اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ دیگر مضامین میں 'مابعد جدید تنقید کی فکریاتی اور جمالیاتی کائنات' میں نظام صدیقی سے مابعد جدید تنقید کے موضوع پر کھل کر گفتگو کی ہے اور تھیوری سے متعلق ان کی گفتگو عالمی سطح کے ادب کے مقابلے میں رکھی جاسکتی ہے۔ عظیم الشان صدیقی کو ڈاکٹر تابش اور ڈاکٹر عمیر منظر نے اپنے منفرد انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ عظیم الشان صدیقی واقعتاً قابلِ احترام شخصیتوں میں سے تھے۔ انھوں نے ہمیشہ اپنے خردوں کی حوصلہ افزائی اور بزرگوں کی توقیر وتکریم کی ہے۔ ڈاکٹر آفاق احمد آفاقی کا مضمون ''اختر اور ینوی کا تصورِ نقد'' اپنے معیار پر پورا اُترتا ہے۔ افسانے کے حصے میں ماہنامہ 'انشا' کے مدیر ف۔س۔ اعجاز کا ''اشتہار'' اور پاکستان کے مقبول عام رسالے ''چہارسو'' کے ایڈیٹر گلزار جاوید کا ''بہتی گنگا'' پسند آئے۔ ڈاکٹر محبوب حسن نے طنز و مزاح میں بھی خوب گُل کھلائے ہیں۔ جہاں تک شاعری کا تعلق ہے پروفیسر حامدی کاشمیری، غلام مرتضیٰ راہی دونوں نے متاثر کیا۔ خاص طور سے پروفیسر حامدی کاشمیری کا یہ شعر:

دیکھتے کیا حسن کی جولانیاں
آنکھ جھپکانے کی بھی فرصت نہ تھی

پسند آیا۔ پاکستان کے معروف شاعر عطاء الرحمٰن قاضی کا درج ذیل شعر دل میں اُتر گیا:

خوف کیسا ہے جو سونے نہیں دیتا شب بھر
وہم کیسا ہے ازل سے جو ہوا دامن گیر

اس کے علاوہ ڈاکٹر طارق قمر کی نظم ''جون ایلیا سے آخری ملاقات'' بھی پسند آئی۔ نظم اگرچہ طویل ہے، لیکن اپنا تاثر چھوڑنے میں کامیاب ہے۔ دیگر مشمولات بھی قابلِ توجہ ہیں۔ اس کے لیے وائس چیئرمین پروفیسر شہپر رسول اور ادارتی عملہ یقیناً مبارک باد کا مستحق ہے۔

عالیہ، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

● 'ایوان اردو' کا تازہ شمارہ (جولائی ۲۰۱۸) نظر نواز ہوا۔ تحقیق وتنقید کے ساتھ ساتھ تخلیقی ادب کا انتخاب پسند آیا۔ ''اپنی بات'' جو ادارہ کی طرف سے تحریر کی گئی ہے وہ بہت اہم قابل مطالعہ ہے اور عصر حاضر کے ان ادبی رویوں کی غماز ہے جو راتوں رات لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات ایک تلخ حقیقت ہے کہ ''آج مبتدی شعرا کی صورت حال یہ ہے کہ بہت جلد اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہیں جہاں ہمارے اساتذہ نے پہنچنے کے لیے کئی ہفت خواں طے کیے ہیں، تب جا کر انھیں وہ مقام ومرتبہ حاصل ہوا ہے۔'' واقعہ یہ ہے کہ ادب جس نوع کی لگن اور محنت چاہتا ہے ہمارا ادبی معاشرہ اس سے دور ہو رہا ہے۔ اس کا سب سے زیادہ نقصان تخلیقی سطح پر ہو رہا ہے۔ پروفیسر علی احمد فاطمی اور جناب شمیم طارق کے مقالات حاصل شمارہ کہے جاسکتے ہیں۔ ان سے معلومات میں اضافہ اور وہ سلیقہ بھی ملتا ہے کہ کس طرح اپنی بات کہی جائے۔ پروفیسر فاطمی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ بچوں کی شاعری کے تعلق سے اسماعیل میرٹھی کا چراغ اس قدر تابناک اور روشن تر ہے کہ ابد تک تاریخ ادب میں جگمگاتا رہے گا۔ جناب شمیم طارق کا مضمون ''دبستان لکھنؤ اور اردو صحافت'' تحقیقی مضمون ہے اور زبان وبیان کے تعلق سے ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کو جاننا ضروری ہے۔ یہ مضمون بیک وقت معلوماتی بھی ہے اور تحقیقی بھی نیز اسی کے ساتھ ساتھ شگفتہ نثر کا عمدہ نمونہ بھی۔ اختر اور ینوی کے تصور نقد پر ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی نے عمدہ مضمون لکھا ہے اور ان کی اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ اختر اور ینوی کا تنقیدی افق توازن سے عبارت ہے حالانکہ ان کے زمانے اور بعد میں بہت سے اہم نقاد تھے، مگر ان کے یہاں شدت پسندی اور انتہاؤں والا معاملہ تھا۔ محمد حنیف خاں کا ''ایجادی قفس میں شطرنج کے کھلاڑی'' عمدہ تجزیاتی مضمون ہے اور بہت محنت سے لکھا گیا ہے البتہ حوالہ جات اور کتابیات کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ان کی محنت کا لوگ اندازہ کرسکیں۔

معروف فکشن ناقد اور استاد پروفیسر عظیم الشان صدیقی کی شخصیت اور ان کے فن پر ڈاکٹر تابش مہدی اور ڈاکٹر عمیر منظر نے بر وقت اچھا خراج عقیدت ہے اور ان دونوں مضامین سے معلومات میں اضافہ ہوا جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

مجموعی طور پر رسالہ بہت اچھا ہے۔ افسانوی اور شعری حصہ بھی متوجہ کرتا ہے۔ ڈاکٹر طارق قمر کی نظم نے بہت متاثر کیا۔ محبوب حسن طنز ومزاح کے میدان میں اچھا لکھ رہے ہیں۔ مبارک باد۔

آخر میں یہ درخواست بہت ضروری ہے کہ تنقیدی اور تحقیقی مضامین اور مقالے مکمل حوالوں کے ساتھ شائع کیے جانے چاہئیں تاکہ ان کی افادیت میں مزید اضافہ ہو۔

قاضی نظر عالم قاسمی، دیوبند (یوپی)

◆◆◆